مرغوب القلوب

از گفتارِ

شیخ الاسلام۔ مرجع خاص و عام قطبُ المحققین
امام السالکین بُرہانِ راہِ طریقت۔ شاہ میدانِ حقیقت
ہادی راہِ یقین مولانا شیخ شمسُ الدین محمد تبریزی قدس سرہ العزیز ۶۴۵ھ
طبع شد بارِ اول (سنہ ۱۹۱۰ء) در مطبع اسلامی لاہور

مُترجم

خواجہ نذیر احمد کشتواری
ساکن حال شاہ فیصل کالونی ژھ پورہ سرینگر

بحسنِ سعی و مُرتب
انجینئر محمد اشرف فاضلی
از بہر افادہ انام بسعی بلیغ و حسن اہتمام

اسلامک پروڈکشنز چھ پورہ سرینگر ۱۹۰۰۱
سنہ ۱۴۱۸ھ
۱۹۹۷ء

Call No. ________ Date ____________

Acc. No. ________

UNIVERSITY OF KASHMIR
LIBRARY

This book should be returned on or before the last date stamped above. An over-due charge of 10/20 Paise will be levied for each day, if the book is kept beyond that date.

ASL-18

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد وآلہ اجمعین

(۲) "یہ کتاب مرغوب القلوب" شیخ الاسلام۔ قطب المحققین، امام السالکین۔ برہان راہِ طریقت۔ وشاہ میدان حقیقت شمس الدین تبریزی قدس سرہ العزیز (۶۴۵ھ) کے کلام میں سے ماخوذ ہے۔ یہ چند فصل مریدوں کے فائدے کے لئے تصنیف کئے گئے تاکہ دین توحید کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل ہو۔

اس کے بعد یہ کتاب میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نظم میں مرتب کرلی۔

مولانا جلال الدین رومیؒ
(مولانا روم) م ۶۷۲ھ

(نوٹ): یہ کتابچہ مجھے اپنے اجداد کے کتب خانہ سے ہاتھ آیا۔ اور موجودہ زمانے کی بے راہ روی اور غفلت از دین دیکھ کر اس کتابچہ کو منظرِ عام پر لانے کا ارادہ ہوا۔ تاکہ کسی خوش نصیب کو اس کا فیض حاصل ہوجائے اور میرے آباؤ اجداد معہ وہ اصحاب جنھوں نے اس کے اردو ترجمہ کرنے میں اور کتابت اور چھپوانے میں سعی کی ان کو خیر دارین حاصل ہوجائے۔ اور اس کتابچہ پر تحمل کرنے والے بزرگوں کی دعاؤں میں ہم بھی شامل ہوجائیں۔

احقر العباد
محمد اشرف فاضلی
سنہ ۱۴۱۸ھ

اَللّٰهُمَّ اغفِر لِکَافَةِ المُومِنِینَ وَالمُومِنَاتِ وَالمُسلِمِینَ وَ المُسلِمَاتِ
الاَحیَاءِ مِنهُم وَالاَموَاتِ عَلَی الخُصُوصِ اَجدَادِ (ا) الآبَائی (ب) وَ
اُمَّهَاتِی وَاَصهَارِی مُسَمّٰی بِه -

(ا) پیرزادہ محمد یاسین شاہ فاضلی و والدہ پیر احمد شاہ فاضلی
و والدہ پیر عبد الغنی شاہ سہروردی زوبیری و والدہ
شیخ سید تاج الدین شاہ زوبیری و والدہ شیخ محمد صابر شاہ زوبیری
و والدہ شیخ و بابا محمد صالح زوبیری و اخیہ شیخ بابا محمد مقیم زوبیری
(م گامرو کھوپہ ہامہ) و مرشدہم شیخ محمد فاضل زوبیری و والدہم
شیخ محمد عالم و والدہ شیخ خواجہ محمد مومن جہیل غازی (م بغداد شریف
سنہ ١٠٥٣ھ) و مرشدہ بابا داؤد خاکی رح بابا نصیب الدین غازی و خواجہ حیدر
بن فیروز کشمیری و شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح (ب) میر محمد حبیب اللہ
(امام مسجد قاضی یار زینہ کدل) و والدہ حافظ محمد شاہ قادری چشتی
و اخیہ حافظ محمد حسن (امام مسجد زین العابدین گاڈہ یار)
و والدہم حافظ ولی اللہ (م خانقاہ معلّٰی) و والدہ حافظ
احمد اللہ و والدہ شاہ صدیق اللہ و والدہ شیخ
عنایت اللہ احمدی رح و والدہ میر اسمعیل بخاری
(م سنہ ١١٥٣ھ نزد مرقد خواجہ حبیب اللہ عطار قطب الدین پورہ
زینہ کدل) و از احفاد شاہ ہمدان میر سید علی
ہمدانی رح م سنہ ٧٨٦ھ است -

آمین ثم آمین۔

دیباچہ

(۱) جہانوں کے پالن ہار کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے عقل و دین عطا کیا۔

(۲) اسکے حمد و ثنا کے بعد حضرت محمد مصطفےٰ پر درود دل و جان کی پاکیزگی کیساتھ بھیجتا ہوں۔

(۳) سالک کے مقامات سے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں۔ اور ایسا کرنے میں اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔

(۴) سلوک کے رموز مختصر طور پر مگر برمحل اور مکمل نظم کی صورت میں پیش کرونگا اور تم سنتے رہو۔

فصل اوّل در بیان شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت

پہلے شریعت کو اولیت کا درجہ دو۔ کیونکہ حقیقت شریعت سے الگ نہیں۔

احادیث

۱۔ کوئی بھی کام کس قدر اہم ہو اگر خدا کے نام سے شروع نہ کیا جائے ابتر ہے۔

۲۔ جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ اُس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔

۳۔ نیک کام کرنے کی توفیق صرف خدا تعالےٰ ہی بخشتا ہے۔

۴۔ بہترین کلام وہی ہے جو مختصر اور حقیقت پر دلالت کرتا ہے۔

۵۔ اے علی رضؓ یا عالم ہو یا علم سیکھنے والا ہو یا علم کی باتیں سننے والا ہو۔ اسکے علاوہ کچھ نہ ہو نہیں تو، تو ہلاکت میں پڑ جائے گا۔

جو کوئی ارکان شریعت کے ادا کرنے میں پورا اُترتا ہے۔ حقیقت کی راہ خود بخود اس پر کھُل جاتی ہے۔

مرشدوں نے ترتیب پانے کی خاطر چار منزلوں کو طے کرنے کی خوشخبری عبارت کی ہے۔

ایک منزل وہ ہے۔ جس سے ناسوت کہتے ہیں۔ اس منزل میں تمام حیوانی صفتیں بدرج اتم ہیں۔

اگر کوئی اس منزل کو (حسن و خوبی کے ساتھ) طے کر سکا تو وہ ملائکہ کے منزل میں پہنچا۔

اب جبکہ وہ عالم ملکُوت سے گذر جاتا ہے۔ تو تیسرے منزل میں عظمت و بُزرگی کے طفیل پہنچ جاتا ہے۔

روح کا مقام (سمجھنا) میرے لئے حیرت ہے اور اس کی نشاندہی کرنا تمہارے لئے ایک اُلجھنے کی بات ہوگی۔

احادیث

(۶) شریعت کی مثال کشتی جیسی ہے طریقت کی مثال دریا کی جیسی ہے۔ حقیقت کی مثال سیپ کی مانند ہے اور معرفت سیپ میں موتی جیسی ہے جس کسی نے صرف موتی کی خواہش کی وہ رسوا ہوا۔ اسکے لئے پہلے کشتی میں سوار ہونا ہے اسکے بعد کشتی دریا میں روانہ ہوگی۔ آخر پر وہ تک پہُونچ جائے گا۔ اور جس نے اس ترتیب کو ملحوظ نظر نہ رکھا وہ خدا تعالیٰ کے ہاں نہیں پہُونچے گا۔

(۷) اسکے معنی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور وہ لوگ جانتے ہیں جو علم میں راسخ ہوں

(۸) میری فرمودات شریعت کی اصل ہے اور طریقت میرے اعمال کی صُورت ہے۔ اور حقیقت میرے احوال کی آئینہ دار ہے۔ اور عرفان الٰہی میرا حصُول مقصد و مُدعا ہے۔

اس منزل کا خاصہ کشف و کرامات ہے مگر چاہیے کہ یہاں سے گذر بسر ہو۔

اب اگر دُنیا و عقبیٰ کے مناظر منکشف ہوں تو چاہیے کہ انکی طرف بھی توجہ نہ دی جائے۔

ذکر اللہ کے نور میں فنا ہونا چاہیئے۔ اور توبہ کی گریہ وزاری سے دل (کی کدورتوں) کو دھونا چاہیئے۔

اگر کوئی ذکر حق میں صبح و شام مشغول رہے۔ اس کا (بلاشبہ) سارا کام اللہ کی مہربانی سے مکمّل ہو جائے گا۔

---

(۹) میں غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔

(۱۰) کہدو۔ کہ میرے خدا کے حکم کا دوسرا نام روح ہے۔

(۱۱) جو کوئی کسی چیز کی محبت رکھتا ہے وہ اسکا یاد یا تذکرہ کرتا رہتا ہے

(۱۲) جو کوئی دُنیا کی خواہش کرتا ہے اُسے دُنیا ملتی ہے۔ اور جو کوئی آخرت کی تمنّا کرتا ہے تو اسے وہی ملتا ہے۔ اور جو کوئی خدا طلبی سے لو لگاتا ہے تو ہر چیز اس کی ملکیت بن جاتی ہے۔

(۱۳) دنیا کو چاہنے والا مثلِ عورت ہے۔ اور آخرت کو چاہنے والا ہجڑا جیسا ہے اور جو کوئی اللہ کو ڈھونڈتا ہے وہ مرد ہے۔

(۱۴) مومن ہمیشہ زندہ دل ہے اس صفت کی بنا پر جو کوئی پوشیدہ طور پر خدا کی یاد کرتا ہے اس کے لئے وہی کافی ہے۔

(۱۵) مجھے یاد کی کرنے دو تاکہ بس تمہاری یاد کیا کروں۔

جب دل و جان غیر اللہ سے پاک و صاف ہو جائے تو بلا کسی خوف و خطر کے سالک عالم لاہوت میں پہنچ جائیگا۔

اس منزل میں جو چوتھی تلاش ہے وہ بجز اسکے کچھ نہیں کہ خدا سے ہم کلام ہو۔

منزل کی نزدیکی کا مقام بے نشان ہے۔ اس کون و مکان سے پرے ایک اور جہاں ہے۔

اگر سالک اللہ کی مہربانی سے اس درجہ تک پہنچا تو بے شک اسے ہر چیز پر قدرت ہوگی۔

فصلِ دوم در بیان توبہ

میں انمول موتی کی طرح آنسو بہاؤں گا اور توبہ کے لوازمات کو بیان کروں گا۔

(۱) انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

(۲) ہم جہاں بھی ہوں خدا ہمارے ساتھ ہے۔

(۳) اے مومنوں کی جماعت خدا کو یاد کرتے رہو صبح و شام بکثرت اور باطہارت اسکی یاد کیا کرو۔

(۴) میں نے خدا سے پوچھا کہ تمہارے حضور میں کونسا گریہ بہتر ہے فرمایا کہ توبہ کرنے والوں کا گریہ۔

(۵) بہت ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے

(۶) ایمان ڈر اور امید کے درمیان ہے۔

ہر لحظہ توبہ کرنے کی عادت اپنے اندر ڈالنی چاہیئے ۔ لازم ہے
کہ پہلے توبہ کی جائے ۔ اور پھر عبادت ۔
عبادت جو توبہ کرنے کے بغیر کی جائے سُراب (یالو) ہے ۔
جو کوئی اسے نہ بکھے بغیر پیاس بجھائے واپس آئے ۔
ہر کسی پر توبہ کرنا لازم ہے ۔ مرتے دم تک توبہ کرتے رہ ۔
توبہ کرنا منکر کے لئے فرض ہے ۔ تا کہ وہ حالتِ اِنکار سے
نکلکر ایمان کی طرف آسکے ۔
گنہگار کے لئے اس لئے فرض ہے کہ وہ اِرتکاب گناہ سے
اِطاعت گذاروں کی طرح ہمیشہ توبہ کرتا رہے ۔
خاصان خدا کیطرف سے توبہ کرنا ان کے اعلیٰ مقامی کا تقاضا ہے
ان کا ہر لحظہ توبہ میں رہنا ان کی بندگی کی علامت ہے ۔
غیر اللہ کی طرف مائل ہونے سے پرہیز لازم ہے ۔ (سالک کے لئے
ضروری ہے اس راہ میں اپنے آپ کو اللہ اور صرف اللہ کے سپرد کرے

فصل سیوم در بیان روح و نفس و دل

اوپر جیسا کہ میں نے شریعت، طریقت اور حقیقت کے بارے میں
بیان کیا تمہارے لئے (مجمل) کم ہے ۔

(۱) جس کسی نے واقفیت کے بغیر پرہیز گاری کی اختتام عمر پر دیوانہ ہوا یا کافر کی موت مرا
(۲) کیونکہ تو غافل ہوا ۔ اپنے پالن ہار کو یاد نہ کیا کر ۔
(۳) اللہ کے احکام کی پیروی کرنا ہی ایمان ہے ۔
(۴) اے جان مطمئن اپنے رب کی طرف لوٹ آ کہ تو اُسے راضی ہو ۔ اور وہ تجھ سے
(۵) جو مراد پا گیا اور پھر مخلوق خدا کی طرف مائل ہوا وہ مشرک ہوا ۔

آدمی کا وجود تین چیزوں سے عبارت ہے جسے خدائے تعالیٰ نے اپنی کاریگری سے آراستہ کیا ہے۔

اگرچہ نفس، روح اور دل ایک ہی چیز ہے مگر پہچان کے لحاظ سے ہر ایک کی کیفیت کو سمجھنا مشکل ہے۔

یوں ہی بندگی سے راہِ خدا میسّر ہو سکتی ہے۔ اور اللہ کی دین پر صابر رہنے سے باطن کی صفائی ممکن ہو سکتی ہے۔

حقیقت پوشیدگی میں جان کا راستہ ہے۔ یہ جان میں ہے۔ مگر جہاں سے باہر ہے۔

اگر اسکا سُراغ پانا مطلوب ہے تو اپنے آپ سے گزر اور فقیرانہ انداز اختیار کر۔

اپنی شکل و صورت کو مٹا دے اور نفس پروری کو جڑ سے اکھاڑ دے۔

پرہیزگاری سے اپنے دل کی سلطنت کو آباد کر۔ اور مردانگی سے اپنے جان و دل کو خوشنود رکھ۔

یہاں دوئی نہیں ایک دلی مطلوب ہے اسلئے دوئی کو چھوڑ کر یہاں قدم رکھ۔

---

(۱) نفس میں بندوں کا، دل میں صاحبِ معرفت لوگوں کا اور اسیطرح روح میں راغبین کا راستہ دکھا۔

(۲) تھوڑے دیے پر راضی ہونا ایک لافانی خزانہ ہے۔ سچائی سے نجات ملتی ہے اور جھوٹ سے ہلاکت

(۳) دنیا میں غریبوں یا راہ چلتے ہوؤں کیطرح زندگی بسر کر اور اپنے آپ کو قبر والوں میں سے ایک فرد سمجھ۔

(۴) آخرت کے لئے بہترین پونجی پرہیزگاری ہے۔

(۵) انسان کی قدر و قیمت کا انحصار اسکی ہمت پر ہے۔ پرندے اپنے بازوؤں کے بل بوتے پر اڑتے ہیں اور انسان اپنی ہمت سے۔

اپنی خواہشاتِ نفس کا ہر وقت محاسبہ لیتے رہ تاکہ کسی بھی صورت حالت میں دشمن فتح یاب نہ ہو سکے۔

نفس کا خاصہ ہے۔ کہ شہوانی خواہشات کا قلع قمع کرے دل کے اوصاف کا مطالبہ پرہیزگاری و فرمانبرداری ہے۔

نفسانی خواہشات سے پرہیز کر۔ دل کے صفات کو حاصل کر کہ یہی مبارک و مسعود مقام ہے۔

روحانی صفات کا دار و مدار ذوق طلب پر ہے یہ کبھی ناز میں اور کبھی نیاز میں ہے جب دل روح کے جملہ صفات سے معمور ہوتا ہے۔ تو یہ مقبول عام اور ہر دل کو لبھانے والا ہوتا ہے۔

اپنے آپ کو بیوی بچوں کی گرفت میں نہیں ڈالنا چاہئے۔

چاہئے یہ کہ اللہ کی یاد میں تن تنہا مدام مشغول رہے۔ *

(۱) ایمان زبان سے اقرار اور دل سے اسکی تصدیق کرنے کا نام ہے۔

(۲) دنیا کی خواہشات سے دور رہنا اصل عبادت ہے اور دنیا سے لو لگانا تمام گناہوں کا منبع ہے

(۳) مومن کا دل عرش الٰہی کے مانند ہے۔

(۴) اپنے آپ کا محاسبہ کیوں نہیں کرتے ہو؟

(۵) جس نے دنیا کے دھندوں سے چھٹکارا پایا۔ آخرت کی لذتوں سے مالامال ہوا۔

(۶) جاننا چاہئے کہ مال اور اولاد فتنہ ہیں مگر اللہ کے ہاں انکا شاندار بدلہ ہے۔

(۷) موت کی مثال ایک پل کی سی ہے جس سے گذرنا ضرور ہے اور فرودہ منزل ہے جہاں داخل ہونا لابدی ہے۔

*۔ آفریں (کلمہ تعجب مقصود ہے) کہ بے حسی نے ہمکو اندھا بنا دیا۔ اس حد تک کہ ہمیں موت کی یاد ہی فراموش ہو گئی۔

دُنیا کی غفلتوں نے انسان کو اسقدر مغرور بنایا کہ دلوں سے موت کی یاد محو ہو گئی۔

تیر کی مانند دُنیا اور اس میں رہنے والوں سے بھاگ نکل اور جب ایسا کرو گے تو بندگانِ خاص سے جا ملِ۔

دنیائی تعلّقات سے اپنے آپ کو فارغ رکھ دِل میں غم کو بسائے۔ اور غریبوں کی طرح ہمیشہ بسر اوقات کر۔

جب ہی دل کو تسلّی و تشفی میسر آئے۔ تب جا کے اگر دُعا کرو تو بجا ہے۔

ابتدا کرنے والے کے لئے اس سے اور کوئی چیز سُودمند نہیں کہ کِسی بزرگ کو تلاش کرے۔ اور اسے پیر طریقت بناوے۔

اگر خلوت نشینی مطلوب ہو۔ تو بہتر یہی ہے کہ کسِی بُزرگ کے پاس بیٹھا جائے۔

وہ تو صرف خوب سے خوبتر ہی بنائیگا۔ اور معرفت الٰہی کے رازونیاز سے واقف کرے گا۔

کان دھر کے سُن اسکی مثال بتا دوں گا۔ اس ضمن میں جتنی بھی مِثالیں ہیں۔ انہیں گوشِ ہوش سے سُن۔

اس راہ میں اگر کوئی بغیر رہنما کے پیش قدمی کرے جان دے کہ اُس نے اپنی ھلاکت مول لی۔

لازم ہے کہ جہاز میں ضرور ایسا کامِل فرد ہو جو راستے کی نشان دہی کرے۔

اگر جہاز میں راستہ دکھانے والا نہیں۔ تو جہاز کا (سب سمیت) ڈوبنا لازم ہے۔

---

(۱) موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست کے ساتھ ملاتا ہے۔

(۲) غریب کی دعوت قابل قبُول ہے۔

(۳) دُنیا مردہ کی لوتھ ہے اور اسکا چاہنے والا کتا۔

(۴) جسکا کوئی رہبر نہیں شیطان اسکا رہبر ہے

(۵) میرے دوست، ہر حال میں میرے ہی پاس میں پوشیدہ ہیں انہیں بجز میرے دوستوں کے اور کوئی پہچانتا نہیں۔

دین کا راستہ کٹھن اور پر خطر ہے۔ (اسکی مثال) خوشبو دار پھول کے آگے پیچھے کانٹے ہی کانٹے ہوا کرتے ہیں۔

اپنے دل کے چراغ کے نور کو روشن کر۔ صبح و شام تنہائی میں بسر کر۔

کم خوری۔ کم گوئی۔ اور کم خوابی کی اپنے میں عادت ڈال اور لوگوں سے میل جول کو کم کر۔

جس کسی کو صاف دلی میسر ہوئی۔ اسکے سارے مشکلات ایک جلوہ الٰہی سے حل ہو گئے

باز پرندے کیطرح اپنی آنکھیں بند کر تاکہ تمہارا دل کھوئی ہوئی آواز کو دیدے۔

آگہی کی دلہن جب جلوہ فرما ہو گی تب اپنے جمال سے تمہاری عقل کو بے بھا گے گی۔ (مقام عشق)

ایک لمحہ میں ستھری روشوں میں وہ تمہیں اپنا چہرہ مختلف زیورات سے مالا مال دکھا دیگا۔

یہ وہ مقام ہے جہاں صرف روح کی حکمرانی ہے۔ اسے دنیا کے ساتھ دور کا واسطہ نہیں۔

اس یکسوئی میں عاشق کو عشق بازی ہے اور تلاش حق کے سوا دنیا و مافیہا سے لا پروائی ہے۔

خدائے مہربان سے صفات کی طلب ہر کسی میں بقدر طاقت ہونی چاہئے (آمین)

فصلِ چہارم در بیانِ وضو

محمد مصطفیٰ صلعم نے کس خوب انداز میں فرمایا کہ وضو مومن کا ہتھیار ہے۔

(۱) جس کسی نے بغیر واقفیت کے شریعت و حقیقت شناسی کا دعویٰ کیا لازماً وہ کافر ہوا۔

(۲) کم کلامی پسندیدہ فخر ہے۔ اور غفلت موت کا بھائی۔

(۳) اللہ کے فضل و کرم سے کچھ حاصل کر۔ خدائے برتر کو متواتر یاد کیا کر تاکہ خلاصی اور رستگاری ملے۔

پلیدی سے پاک ہونا طہارت ہے۔ البتہ بدباطنی سے طہارت رہ ہوتی ہے۔
چاہیئے کہ ہمیشہ باطہارت رہیں ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور بھی ہوشمندی کے ساتھ۔
وقت پر وقت کی نماز ادا کر اور ہوش و حواس کی موجودگی میں جماعت کی نماز میں شامل ہو جا۔
ایک وقت سے لے کر دوسرے وقت کا انتظار کر اور ان کا رہنا فکار پر کفایت کر۔
بغیر ضرورت کے کسی کے ساتھ باتیں نہ بنا تاکہ تمہارے دینی مشاغل میں خلل واقع نہ ہو۔
جہاں بھی ہو ذکر الٰہی میں مشغول ہو جس حال میں بھی ہو خدا کا شکر و سپاس ادا کرو۔
جہاں بھی ہو خدا کے ساتھ ہو اپنی ذات جملہ موجودات سے الگ ہو۔ رہو تو ہو خدا کے ساتھ۔

---

(۱) وضو نماز کی چابی ہے اور نماز جنت میں داخل ہونے کی چابی ہے۔
(۲) نماز پاکیزگی سے درست ہے۔ اور بس۔
(۳) جس کسی نے پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی خداوند بزرگ و برتر اسے ایسے ہزار شہیدوں کا اجر عطا فرماتا ہے جو راہ خدا میں قتل ہوئے بشرطیکہ وہ سارے صبر کرنے والے اور پسندیدہ خدا تھے نہ کہ نہ دکھ کئے ہوئے۔
(۴) جو کوئی چاہتا ہے کہ امن و امان میں رہے اس پر لازم ہے کہ وہ سب سے بہتر ذکر کو جاری رکھے یعنی کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں بجز خداوند تعالیٰ کے اور یہ کہ حضرت محمدؐ اسکے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔
(۵) (بے ہدایت) بہرے گونگے اور اندھے ہیں کہ راہ راست پر واپس آنے والے نہیں۔

ماسوا اللہ کو دل میں جگہ نہ دے ورنہ تم منزل کا راستہ نہ پاسکو گے۔
پانچوں حواس کو چور کیطرح قید کر۔ جب ایسا کیا تو بے خوف رہ کر خوشیاں مناؤ
اب اطاعت گذاری کے ساز وسامان کو[3] سلامتی کے ساتھ بارگاہ خداوندی
میں تو رہ گانہ پیش کر۔
اگر تمہیں یہ خواہش ہے کہ خداوند بزرگ و برتر اپنی قدرت کاملہ کی طفیل تم سے
بے نظیر انداز میں ہم کلام ہو۔
قرآن پڑھ اور اس کلام الٰہی کو سُن۔ یہ نازل کیا ہوا اللہ کی طرف سے
قدیم ہے۔ تمہاری پیداوار نہیں۔
پشیمانی کو اپنا امام بنا۔ ہمیشہ فرمانبرداروں کی طرح پیروی کر۔
اگر خدا سے ہم کلام ہونا چاہتے ہو۔ تو نماز کو تعظیم دل سے ادا کر۔
دن آوے تو روزہ دار رہ اور رات آئے تو شب بیدار رہ۔
جب رات اور دن کا معاملہ تمہارے لئے ایک جیسا ہوگا۔ تو تمہارا
ہر مشکل کام بنیک انجام ہوگا۔

---

(۱) جو بھی شے تجھے اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے تمہارا بت (معشوق) ہے۔
(۲) ہر چیز کا دل ہے۔ قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے (اسکی تلاوت کیا کر) اور
قرآن سے اس سب کی جو تجھ پر آسان گذرے۔
(۳) نماز مومن کے لئے بمنزلہ معراج ہے اور قرآن خوانی کا نماز کے بعد ثانوی درجہ۔
(۴) روزہ جہنم کے آگ کے خلاف ڈھال اور ایمان کی حفاظت کے لئے شیطان سے
نجات کے خاطر ایک دیوار۔
(۵) لازم ہے کہ پرہیزگاروں کو اعلیٰ مقام ملے اور پرہیزگاری سب سے بہترین
پہلو بھی ہے کہ کام آئے۔

فصلِ پنجم دربیانِ توکّل ۱۴۹

دین حاصل کرنے کے خاطر دُنیا سے کنارہ کش ہو پُورے یقین کے ساتھ
خدائے برتر پہ بھروسہ کر۔
جب یہ مُسلّم ہے کہ تمہیں دُنیا سے چلے جانا ہے تو کیوں دُنیا داری
کے ساتھ[۳] دل جوڑ دیتے ہو۔
مرد کو یہاں مُنفرد ہو کر چلنا ہے تا کہ وحدانیت کی راہ کو بلا[۳] کسی
رکاوٹ کے پائے۔
پہلے مرد کو تنہا رہنا لازم ہے۔ پھر ماسواللہ سے دل کو خالی کرنا ہے
سالک کو گدڑی پہننے پر صبر کرنا ہے۔ غربت و فاقہ کشی کیساتھ نبھانا ہے۔
صبر کے لباس[۳] کو پہن اور لالچ کے درخت کو جڑ سے اُکھاڑ۔
خدا دوست کی ملکیت میں اگر کوئی چیز ایک درم یا اس سے کم بھی ہو۔
تو اسے (راہ خدا میں صرف کرے)
فقر کا مقام سب سے بُلند مقام ہے۔ یہاں تیرا یا میرا
جتلانا ناجائز ہے۔

---

(۱) دنیا دم بھر کیلئے ہے۔ یہاں آرام نہیں (غنیمت[۳] سمجھ) اور اس میں یادِ الٰہی میں
مشغول رہ۔
(۲) اگر انسان کو خبر ملے کہ میرے یہاں اسکی کیا قدر و منزلت ہے تو ہر لحظہ موت کی
تمنّا کرے۔
(۳) اے مومنوں کی جماعت صبر اور نماز کیساتھ لو لگاتے رہیئے کہ بے شک اللہ
صبر کرنے والوں کے ساتھ[۳] ہے۔
(۴) جب فقر اپنے کمال تک پہنچے تب خدا ہی خدا ہے اور بس۔

فصل ششم در بیان یقین

سچے کے سوا کوئی وہ راستہ نہیں پا سکتا ہے۔ عاشق صادق کے بغیر وہاں کسی[۱] کے لئے جگہ نہیں۔

فقر کا راستہ بہت ہی کٹھن ہے۔ یہاں دل کا خرچہ (زادِ راہ) اور یقین ہونا چاہئے اس وادی میں بہت سارے گم ہو گئے اس لئے کہ انہوں نے اس راہ میں یقین کو زادِ راہ نہ بنایا۔

اس راہ میں پاؤں سے نہیں بجان سے چلنا چاہئے۔ یہ راستہ جان پر کھیلنے کا ہے نہ کہ سر پاؤں کا۔

نفسانی خواہشات کا بندہ اس بات کو کیا سمجھے۔ یہ وہی سمجھ سکتا ہے۔ جو روح و بدن کی بازی لگاتا ہے۔

کفر و ایمان کے درمیان کا راستہ صرف فقر ہے اور اس راستے سے دور رہتا کفر سے ڈرنا ہے۔

نہ ابُمید کو اور نا ہی ڈر کو غالب آنے دینا چاہئے۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ دونوں کو اعتدال سے اپنائیں۔

فصل ہفتم در بیانِ معرفت

اب جبکہ معرفت کی بات چلی (دیکھو) میں طبیعت ہموار ہون گے) دریا سے بے بہا موتی باہر نکال لاؤنگا۔

جب تک نہ ترک دنیا اور پرہیزگاری سے اپنے آپ کو آراستہ کرو تب تک کیسے شرابِ معرفت سے لطف اندوز ہو سکتے ہو۔

جس کسی نے پہچان (خدا کی) حاصل کیا وہ اللہ کے ساتھ جا ملا[۳]۔

اپنے آپ سے اس بات کا تجزیہ کرنا چاہئے۔ کہ (ہمارے لئے کس حد تک شکر بجا لانا لازم ہے) ہمیں اللہ نے حضرت محمدؐ کی امت میں پیدا کیا۔

---

(۱) جس کسی نے اپنے پروردگار کو پہچانا یقیناً وہ بے نطق ہو گیا۔
(۲) مرنے سے پہلے مرو۔
(۳) اس چیز سے باخبر رہ کہ دوستانِ خدا بیخوف ہوا کرتے ہیں اور انہیں کوئی شئے غمگین نہیں بنا سکتی ہے
(۴) ایمان، ڈر اور امید کے درمیان ہے۔

کہ قدر تحسین کا مقام ہے کہ اپنی قدرت کاملہ سے وجود آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔
اسے گوناگوں نعمتوں سے نوازا اور اپنی رحمت سے اسکے بدن میں جان ڈالی۔
پھر ہاتھ پاؤں میں طاقت بخشی اور ہم سب کو رواں دواں بنایا۔
آنکھوں کو دیکھنے کی طاقت دی کہ دیکھا جائے کمر کو بیٹھنے کی قوت بخشی
کہ راحت ملے۔
زبان کو کلام کرنے کی طاقت دی کہ بولے۔ دلوں کو آگہی سے
آراستہ کیا۔ کہ مطلوب کو پائے۔
ہم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور مٹی میں ہی آخر جا ملنا ہے۔ اسلئے[۳]
جاں کو کیوں رنجیدہ بنائیں۔ (کہ یہ اور ہی کوئی شئے ہے)
اسطرح اگر خدا کو پہچان لو، تو معرفت کا مقام حاصل کر کے جاودانی ہو جاؤ گے۔

فصلِ ہشتم در بیان عشق

جان لے کہ عشق (تڑپ) روز ازل سے دل کے ساتھ[۳] پیوستہ ہے
اور اسی[۳] سخت درد سے جگر لہولہان ہے۔
ایسی[۳] صورت میں جان و تن کا ایک ہونا لازمی ہے۔ اسلئے[۳] کہ
اس[۳] راہ میں وہ بدن درکار نہیں۔ جو بے جان ہو۔

(۱) گھنٹہ بھر کا تفکر (خدا فہمی کے معاملے میں) ساٹھ سال کی ظاہری عبادت سے بہتر ہے
(۲) اے بڑے فریاد رس۔ جس نے انسان کا جسم مرکب بنایا نفس سے، روح سے،
دل اور کانوں سے آنکھوں اور زبان اور پاؤں سے۔ یہ ساری چیزیں اسے
عطا کی گئیں تاکہ میری معرفت حاصل کرے۔ وہ خود کچھ نہیں بلکہ میرا مظہر ہے۔
(۳) رحمان (اللہ کی ذات سے مخصوص) عرش پر محکم ہے۔

دوستی دل میں ہے اور تڑپ رُوح میں۔ ان دونوں کے اثر سے بدن پیچ وتاب میں ہے۔

اگر محبّت نے کوئی صُورت لی تو یہی صُورت عشق کی ضرورت بنتی ہے (یعنی عشق کسی شئی موجود سے ہوتی ہے)۔

ایسی حالت میں چشم اسرار معشوق کو دیکھنا چاہتی ہے۔ اور اسکے کلام کو رُوح کے کانوں سے سُننا پسند کرتی ہے۔

سر سے پاؤں تک سارا وجود دوست کی طرف متوجہ ہو کر مست الست بنتا ہے۔

اگر کوئی اپنے معشوق کی یاد میں محو ہوگیا۔ تو اسے پیدائش میں سے کِسی کی یاد نہیں آتی۔

اسکے حسن ازلی کو ہیچ در ہیچ پائیگا۔ اور اسکے کمالات کو دل کے کانوں سے سمجھ جائیگا

طریقت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو تم خود ہی عاشق ہو۔ اور اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو معشوق ہو۔

---

(۱) جو کوئی خدا کے دیدار کیساتھ اُنس رکھتا ہے۔ خدا بھی اسکے دیدار کو پسند کرتا ہے

(۲) عشق آگ کے مانند ہے جب کسی عارف کے دل میں لگ جائے سوائے اپنے محبوب کے سب کو بھسم کرتا ہے۔ (۳) عشق ایک آگ ہے جو خدا کی طرف سے عارف کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ تو نہ صرف ماسوا اللہ کو جلا دیتی ہے۔ بلکہ ذکر خدا اور یاد خدا کرنے والے کو بھی جلا دیتی ہے اور اسکے بعد خود خدا کے نام کو محو کردیتی ہے۔

(۴) جب تم پر عشق کی اصلیت ظاہر ہوئی تو تمہیں اس میں فنا ہونا لازم ہوگیا۔ اسلئے کہ عشق عاشق و معشوق کے درمیان پردہ ہے۔

پوشیدہ اسرار کو اپنے ہی اندر پاؤ گے اور خود اے میرے محبوب اپنے آپ کا عاشق بن جاؤ گے۔

جو کوئی اپنے محبوب کے چہرے کا عاشق ہوا۔ اُسے دنیا میں اور کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

فصلِ نہم در بیان فنا

جب غور کرو گے تو دیکھو گے کہ یہاں کی ہر چیز نیست و نابود ہونے والی ہے۔ البتہ لا فانی ہمیشہ لا فانی ہے۔

اگر وحدت الہٰی کے ساتھ محو ہو جاؤ گے تو اللہ کی مہربانی سے وہ زندگی پاؤ گے جو نابود ہونے والی نہیں۔

فنا خواہشات نفسانی کے ترک کرنے کا نام ہے۔ بقا اللہ کے تمام صفات کا مفہوم ہے۔

خدا کے دوستوں کے لئے مرنا ہرگز نہیں۔ ان میں سب متقی اور برگزیدہ لوگ شامل ہیں۔

ایسا سمجھنا چاہیئے کہ ایک گھر سے دوسرے گھر کو جانا ہے۔ اس طرح دنیا کے دکھ دھندوں سے دور رہنا چاہیئے۔

جب خدا تمہارے ساتھ ہے۔ تب تو بھی اسکے ساتھ رہ

اپنے دل کو ماسواللہ کی کدورت سے پاک وصاف کر۔
خُداطلبی کے ذُوق وشوق میں زندگی گُذرے۔موت آئے۔تو
ایسا لگے کہ ایک گھر سے دُوسرے گھر گئے۔
مُسافروں کی طرح ہمیشہ چلتا رہ۔فکر واندیشہ کا مقام نہیں کہ تم کنوئیں
پرسے چلو البتہ شرط یہ ہے کہ سنبھل سنبھل کے چلو۔
اگر منزلِ مقصود زیرِ نظر نہیں اور راستہ دُور ہو تو یقین کاملِ کو
عنایتِ الٰہی کے طفیل اپنا زادِ راہ بنا۔
بہروپ سے باہر نکل کر چلتے بن۔ راہ خدا کو لے اور رواں دواں ہو۔
اس بات کا دل کی گہرائیوں سے یقین کرنا چاہئیے کہ یہاں سے
کوچ کرنا اور دُنیا ومافیہا کو چھوڑنا ہے۔

---

(۱) جان لے کہ خُدا کے پیارے مرتے نہیں وہ صرف
ایک جگہ سے دُوسری جگہ کی طرف جاتے ہیں۔

فصلِ دہم دربیان درویش

خدا طلبی میں جتنے بھی منزل پیش آئیں۔ کسی میں اٹک کر نہیں رہنا چاہیئے۔
درویش صفت ہر مقام پر عجیب چیزوں کو دیکھے گا اور ہر دوسرے عالم میں انوکھا پن پائے گا۔
سفر بجائے خود دل سے کرنا چاہیئے نہ کہ دنیا کی خاک چھاننے سے (۳ سالک سے مراد)
دو کے سامنے جھکنا ہو تو ہر نزدیک دور ہے لہٰذا اگر ایک ہی کو اپناؤ گے (یعنی خدا کو) تو مردِ خدا بن جاؤ گے۔

خاتمہ

میرے پیروں کیلئے اتنا کافی ہے۔ طالب راہ خدا کی تسلی و تشفی اسی میں ہے۔
سالک کے لئے اس ضمن میں جو اصل ہے۔ اسے شمس نے دس حصوں میں نظم کی صورت میں لایا۔
قرآن کے تیس پاروں میں سے جو عَمَّ یَتَسَاءَلُونَ سے لیکر ۱۱۴ سوروں میں منتظم ہے۔
شمس تبریزی نے ان بے بہا موتیوں کو اکٹھا کیا ہے تو اے ابتدا کرنے والے ان سے سبق حاصل کر۔ اور انہیں اپنا جزوِ بدن بنادے
شمار کے لحاظ سے چار ربیع الثانی بروز جمعرات۔
یہ مختصر سا نظم شدہ کارنامہ خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اور اس کا نام مرغوب (۳ پسندیدہ) پڑا۔
ہجری سنہ کے مطابق ۶۵۷ء حساب کرنے والوں کیلئے وقت کی تاریخ ہے

(۲) ہم انسان کے قریب اسکی رگِ جان سے زیادہ نزدیک ہیں۔

مولانا شمس الدین محمد بن علی بن ملک داؤد التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف :- حضرت مولانا رومیؒ آپ کے القاب اسطرح لکھا کرتے تھے
المولی الاعظم الداعی الی الخیر خلاصۃ الارواح سر المشکوٰۃ والزجاجۃ والمصباح، شمس الحق والدین نور اللہ فی الاولین والآخرین۔

یعنی وہ آقا و مولیٰ ہیں، عزیز ترین شخصیت ہیں، خیر کیطرف بلانے والے، ارواح کا خلاصہ، طاق شیشہ اور چراغ (یعنی نور الٰہی) کا راز ہیں، حق اور دین کے آفتاب (شمس الدین) اور آپ اوّلین اور آخرین میں خدا کے نور ہیں۔ شمس تبریز ولد علاؤالدین کیا بزرگ خاندان سے تھے جو کہ اسماعیلی فرقہ کا امام تھا۔ لیکن انہوں نے آبائی مذہب ترک کر دیا تھا تاجرانہ حیثیت سے زندگی گذارتے تھے۔ کمر بند بنا کر اپنا گذارہ کرتے تھے۔

ابتدائی احوال :- آپ اپنے ابتدائی احوال کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابھی مکتب نشین تھا اور بالغ نہ ہوا تھا۔ کہ میری یہ حالت تھی کہ سیرۃ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں چالیس چالیس دن بغیر کھائے گذر جاتے تھے۔ کھانے کی خواہش ہی نہیں ہوتی تھی۔ اگر لوگ کھانے کیلئے مجھ سے کہتے تو میں ہاتھ اور سر کے اشارے سے منع کر دیتا تھا۔

آپ شیخ ابوبکر زنبیل باف تبریزی کے مرید تھے۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجامی کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے شیخ واحد الدین کرمانی بھی شیخ رکن الدین سنجامیؒ کے مرید ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ شمس تبریزی، بابا کمال جندی کے مرید ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ نے ان تمام شیوخ کا شرفِ صحبت حاصل کیا ہو اور ان سب بزرگوں سے تربیت پائی ہو۔ اپنے آخر حال میں اقامت گزینی ترک کر دی تھی۔ اور ہمیشہ سرگرم سفر رہتے تھے سیاہ نمدے کا لباس پہنتے تھے۔ جس جگہ پہنچتے وہاں کارواں سرائے میں قیام فرماتے، منقول ہے کہ جب سرزمین بغداد میں پہنچے تو شیخ اوحد الدین کرمانیؒ سے ملے اور ان سے دریافت کیا کہ کس کام میں مصروف ہو؟

انہوں نے کہا کہ چاند کو پانی کی طشت میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔

مولانا شمس تبریزی نے فرمایا کہ اگر آپ کی گردن پر پھوڑا (دنبل) نہیں نکلا ہے۔ تو آسمان پر اسکا مشاہدہ کیوں نہیں کرتے

بابا کمال کی دعا شمس تبریزی کو:۔ منقول ہے کہ جب مولانا شمس تبریزیؒ بابا کمال جندی کی صحبت میں تھے۔ تو شیخ فرید الدین عراقی بھی شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے ارشاد کے بموجب آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور جو کچھ کشف و فتح شیخ عراقی کو ہوتا تھا۔ اسکو وہ نظم یا نثر میں بیان کر دیتے تھے۔ اور بابا کمال جندی کی خدمت میں

پلیش کر دیتے تھے[۲] ایک دن بابا کمال نے ان سے فرمایا۔ فرزند شمس الدین جو اسرار و حقائق فرزند فخر الدین (عراقی) ظاہر کرتا ہے۔ کیا تم پر ان میں سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ پر تو ان سے زیادہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ان سے بڑھکر مشاہدہ ہوتا ہے۔ لیکن وہ چند مصطلحات کے ذریعہ ان مشاہدات کو اچھی صورت میں ظاہر کر دیتے ہیں اور میں ایسا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ سنکر بابا کمال نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسا مصاحب (رفیق صحبت) نصیب کرے کہ وہ اوّلین و آخرین کے معارف و حقائق تمہارے نام پر ظاہر کر دے (دیوان شمس تبریز کی طرف اشارہ ہے) جو اصل میں ان کے مرید مولانا رومی کا کلام ہے اور حکمت و معرفت کے چشمے اس مصاحب کے دل میں پھوٹتے ہوں اور حرف و صورت کے لباس میں جلوہ گر ہوتے ہوں اس لباس کا نقش تمہارے نام پر ہو۔ بلکہ انہوں نے دعا بھی کی کہ خدا کوئی ایسا شخص عطا فرمائے جو میری صحبت کا متحمل ہو سکے غیبی اشارہ ہوا کہ روم جاؤ وہاں ایک شخص تمکو مل جائیگا

منقول ہے کہ مولانا شمس تبریزی ۶۴۲ھ (۱۲۴۴ء) میں بحالت مسافرت قونیہ پہنچے اور سرائے شکر ریزاں میں قیام کیا۔ مولانا جلال الدین رومیؒ (بلخی) اس زمانے میں درس و تدریس میں مصروف تھے۔ ایکدن آپ اپنے چند فاضل شاگردوں کے ساتھ سرائے شکر ریزاں کے سامنے سے گذر رہے تھے۔ (اور گھوڑے پر سوار تھے) مولانا شمس الدینؒ سامنے آئے

۲۔ لیکن شیخ شمس الدین اسکا اظہار نہیں فرماتے تھے۔

اور مولانا جلال الدین کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی (سواری روک لی) اور مولانا جلال الدین سے سوال کیا۔ کہ اے امام المسلمین، بایزید بسطامی بزرگی میں زیادہ ہیں۔ یا حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)؟

(گفت یا امام المسلمین بایزید بسطامی بزرگ تر است یا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نفحات الانس ص۴۶۵ چھاپ ایران) مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس سوال کی ہیبت سے ایسا معلوم ہوا کہ ساتوں آسمان ایک دوسرے سے الگ ہو کر زمین پر گر پڑے ہیں۔ اور ایک زبردست آگ میرے باطن سے بھڑک اٹھی اور میرے دماغ تک جا پہنچی اور میں نے دیکھا۔ کہ اس کا دھواں ساقِ عرش تک جا پہنچا اس کے بعد میں نے شیخ کو جواب دیا۔ کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لوگوں سے بزرگ ترین ہیں۔ بایزیدؒ کو آپ سے کیا نسبت۔؟

یہ سنکر شمس تبریزیؒ نے فرمایا کہ پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ : الٰہی ہم نے تجھے نہیں پہنچانا جیسا کہ تجھکو پہچاننے کا حق تھا۔

اور ابو یزید بسطامیؒ کہتے ہیں۔ سبحانی ما اعظم شانی وانا سلطان السلاطین

(میں پاک ہوں اور میری بڑی شان ہے اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں)۔

مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو جواب دیا کہ ابو یزید بسطامی۔

کی پیاس ایک گھونٹ میں ہی ختم ہوگئی اور وہ سیرابی کا دم بھرنے لگے۔ اور ان کے ادراک کا کوزہ اسی ایک جرعہ سے پُر ہوگیا۔ اور وہ تور بایزید کے گھر کے روزن کے برابر تھا۔ لیکن حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشنگی عظیم تھی یعنی تشنگی در تشنگی! آپؐ کا سینہ اقدس الم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھولدیا) کے مطابق اللہ تعالیٰ کی زمین کی طرح فراخ اور وسیع تھا۔ اسلئے آپ نے تشنگی کا اظہار فرمایا۔ اور ہر روز مزید قرب کا تقاضا فرمایا۔ میرا یہ جواب سنکر مولانا نے ایک نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے،

منقول ہے کہ جب شیخ شمس تبریزی بیہوش ہو کر گر پڑے تو مولانا اپنی سواری سے اترے اور احباب و تلامذہ کو حکم دیا کہ ان کو مدرسہ میں لیجائیں چنانچہ آپ کو اٹھا کر مدرسہ میں لے آئے جب تک ان کو ہوش نہیں آیا۔ مولانا اِن کا سر کا اپنے زانو پر رکھے رہے اسکے بعد جب ہوش آیا۔ تو ان کا ہاتھ پکڑ کر ویرانے کیطرف نکل گئے اور تین ماہ تک صوم وصال رکھا اور خلوت نشین رہے۔ کسی وقت بھی خلوت سے باہر نہیں آئے۔ کسی شخص میں یہ تاب و طاقت نہیں تھی کہ وہ آپ کے پاس خلوت داخل ہوتا! ایکدن اسی خلوت میں مولانا شمس الدینؒ نے مولانا رومیؒ سے فرمایا کہ اسوقت ایک معشوق چاہیئے۔ مولانا اٹھے اور اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے سامنے پیش کیا مولانا شمس تبریزی نے ان کو دیکھکر فرمایا یہ تو میری پیاری بہن ہے۔ اچھا

ایک ناز نین لڑکا لاؤ۔ مولانا نے فوراً اپنے فرزند سلطان ولد کو خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو میرا فرزند ہے اچھا چھوڑو اگر تھوڑی شراب مل جائے تو کچھ لطف آئے، مولانا اسی وقت باہر آے اور آتش پرستوں کے محلہ سے ایک سبوتے مے بھر کر لائے اور مولانا شمس الدین تبریزیؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت مولانا شمس تبریزیؒ نے فرمایا کہ میں تو تمہاری قوت اطاعت اور سبقت مشرب کا امتحان لے رہا تھا۔ جس قدر لوگ تمہارے بارے میں کہتے ہیں۔ تم اس سے کہیں بڑھکر ہو !

مولانا شمس تبریزیؒ کے چند ارشادات :۔ مولانا شمس تبریزی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں مشائخ سے دریافت کرتا ہوں۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ (اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہے) کیا یہ مقام ہر وقت رہتا ہے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں ہر وقت نہیں رہتا۔ اس سے مولانا کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حال مجھے ہمیشہ رہتا ہے (جب کہ دوسروں کو ہمیشہ نہیں رہتا) اور یہ بہت ہی نادر ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک درویش کو یہ دعا دی کہ "خداوند تعالیٰ تجھکو جمعیت خاطر عطا فرمائے" اس نے کہا کہ یہ دعا میرے لئے نہ کرو بلکہ میرے لئے یہ دعا مانگو کہ " اے رب ! اس سے جمعیت خاطر واپس لیکر اسکو تفرقہ عطا کردے۔ درویش نے کہا کہ میں تو اس جمعیت خاطر سے عاجز آگیا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ غسل خانہ میں خدا کا نام نہیں لینا چاہئے اور نہ وہاں قرآن پڑھنا چاہئے۔ ہاں آہستہ پڑھ سکتا ہے میں نے اس شخص کو جواب دیا کہ میں یہ کس طرح کر سکتا ہوں میں اس کو اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔ جب بادشاہ ہی گھوڑے سے نیچے نہیں اترتا تو گھوڑا بیچارہ کیا کرے؟

مولانا رومیؒ اور مولانا شمس تبریزیؒ کی ملاقات کے سلسلے میں بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب مولانا شمس الدین قونیہ میں پہنچے اور مولانا کی مجلس میں آئے تو مولانا ایک حوض کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور چند کتابیں آپ کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ مولانا شمس تبریزیؒ نے پوچھا یہ کیسی کتابیں ہیں؟

مولانا نے کہا کہ ان کو قیل و قال کہتے ہیں آپ کو اس سے کیا مطلب (تم اسکو کیا جانو) مولانا شمس الدینؒ نے ہاتھ بڑھایا اور تمام کتابیں اٹھا کر حوض میں ڈال دیں مولانا بڑے افسوس کے ساتھ کہنے لگے ہائے ہائے درویش تم نے یہ کیا کیا ان کتابوں میں سے بعض کتابوں پر میرے والد کے تعلیقات (فوائد) تحریر تھے اب وہ کہاں سے میسر آسکتے ہیں شیخ شمس الدین تبریزیؒ نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور ایک ایک کتاب باہر نکال کر رکھ دی۔ کسی کتاب پر پانی کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ مولانا نے حسرت سے کہا کہ یہ کیا راز ہے؟ مولانا شمس تبریزیؒ نے فرمایا یہ ذوق

حال ہے تم اسکو کیا جانو ! اس کے بعد ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے

اپنے بارے میں پیر رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مولوی نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

یک ساعت با صحبتِ اولیاء ❊ بہتر است از صد سالہ طاعت بے ریا

آپ کی شہادت کا عجیب واقعہ :- ایک رات مولانا شمس الدین تبریزؒ رحمتہ اللہ علیہ ، حضرت مولانا رومی رح کے پاس خلوت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے دروازہ سے شیخ کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ مولانا فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور مولانا رومیؒ سے کہا کہ مجھے قتل کرنے کیلئے بلا رہے ہیں۔ مولانا۔ رومیؒ نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد کہا۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

دیکھو اسی ذات کیلئے خلق اور امر ہے وہ اللہ رب العلمیں برکت والا ہے دروازے کے باہر سات اشخاص ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ان کی گھات میں کھڑے تھے۔ انہوں نے چھریوں سے مولانا پر حملہ کیا۔ آپ نے ایک نعرہ مارا اور وہ سب لوگ بیہوش ہو گئے اور زمین پر گر گئے ان لوگ میں ایک علاؤ الدین محمد تھا۔ جو مولانا کا فرزند خلف اور اس آیت کا مصداق تھا۔ انہ لیس من اھلک (بے شک

اے نوح وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے) اور اس نااہل کے داغ سے داغدار تھا۔ جب یہ لوگ ہوش میں آئے تو وہاں خون کے چند قطروں کے سوا اور کچھ بھی موجود نہ تھا۔ اس روز سے آج تک اس سلطان معانی کا کسی کو کچھ نشان نہ مل سکا۔ اور وہ سب نالائق (قاتلین کی جماعت کا ہر فرد) ایک ایک بلا میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے۔

علاؤالدین محمد کو ایک عجیب قسم کی بیماری لاحق ہوئی اور وہ اس بیماری میں چند روز میں مر گیا اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جنازے میں شرکت نہیں کی۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ شیخ شمس الدین تبریزیؒ مولانا بہاؤالدین ولدؒ (والد ماجد مولانا رومیؒ) کے پہلو میں دفن ہیں بعض تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے۔ کہ قتل کے بعد ان نالائقوں اور بدذاتوں نے آپ کے جسد مبارک کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ ایک رات سلطان ولدؒ نے خواب میں دیکھا کہ شیخ شمس الدین تبریزیؒ نے اشارہ کیا ہے۔ کہ میں فلاں کنوئیں میں سوتا ہوں۔ جب یہ بیدار ہوئے تو چند محرم دوستوں کی مدد سے ان کے جسد کو کنوئیں سے نکال کر مولانا کے مدرسہ میں بانی مدرسہ امیر بدر الدین کے پہلو میں دفن کر دیا۔

واللہ اعلم بالصواب

(ماخوذ از نفحات الانس اردو)

حضرت مولانا جلال الدین محمد بلخی قدس سرہٗ (المعروف مولانا رومی)

نام ونسب:- محمدؐ نام۔ جلال الدین لقب اور شہرت مولانائے روم کے عنوان سے ہے نسب کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ محمد بن محمد بن محمد بن حسین بن احمد بن قاسم بن مسیّب بن عبداللہ بن ابی بکر الصدیق رضؓ مولانا کے والد کا لقب بہاؤ الدین اور وطن بلخ ہے۔ مولانا جلال الدین رحؒ کی ولادت ۶ ربیع الاوّل ۶۱۳ھ ہجری (جون ۱۲۱۶ء) کو بلخ (افغانستان) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ بہاؤ الدین سے حاصل کی۔ پھر ان کے مرید سید بہاؤ الدین محقق (فاضل اور عالم) نے انکی تربیت کی۔ مولانا نے اکثر علوم وفنون انہی سے حاصل کئے اور اپنے والد کی حیات تک اپنے والد ہی کی خدمت میں حاضر رہے۔ والد کے انتقال کے بعد ۶۲۹ھ ہجری میں شام کا قصد کیا۔ ابتدائً حلب کے مدرسہ حلاویہ میں رہ کر مولانا کمال الدین مصنف تاریخ حلبی سے تلمذ کیا۔

منقول ہے کہ مولانا پانچ سال کی عمر میں صور روحانی اشکال غیبی، کراماً کاتبین، جنّات اور ان خصوصی انسانوں کو جو قبۂ ہائے بارگاہ عزت میں چھپے رہتے ہیں دیکھ لیا کرتے تھے۔ وہ آپ پر ظاہر ہوا کرتے تھے اور ان کے ہم شکل بن جایا کرتے تھے۔

مولانا برہان الدین محقق کے مکتوبات میں مرقوم ہے کہ ـــ

جلال الدین محمد شہر بلخ میں تھے اور اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ جمعہ کے روز یہ چند لڑکوں کے ساتھ ہمارے مکانات کی چھتوں پر سیر میں مشغول تھے۔ ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے سے کہا آؤ اس چھت سے دوسرے مکان کی چھت پر کود جائیں۔ یہ سنکر جلال الدین محمد نے کہا کہ یہ حرکت تو کتے بلیاں اور دوسرے جانور کرتے ہیں۔ افسوس کہ انسان اس حرکت میں مشغول ہو۔ اگر تمہارے اندر قوت ہے تو آؤ آسمان پر اڑیں۔ یہ کہتے ہی وہ بچوں کی نظر سے غائب ہو گئے۔ دوسرے بچے شور مچانے لگے۔ کچھ دیر بعد مولانا اس طرح واپس آئے کہ انکی آنکھیں سرخ تھیں۔ اور رنگ بدلا ہوا تھا۔ ساتھیوں سے کہنے لگے کہ جب میں تم سے باتیں کر رہا تھا۔ تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ سبز کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آئے اور مجھے اٹھا کر آسمان کی طرف لے چلے اور اوپر فضاء میں مجھے انہوں نے عالم بالا کے بہت سے عجائب دکھائے۔ لیکن تمہاری فریاد سنکر انہوں نے مجھے پھر اس جگہ اتار دیا (جہاں تم لوگ کھڑے ہو)

مولانا جلال الدین کمسنی میں تین چار دن میں صرف ایک مرتبہ کچھ کھاتے تھے۔ جب آپ مکہ معظمہ کے سفر میں نیشاپور پہنچے تو شیخ فرید الدین عطار کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ شیخ نے اپنی کتاب "مثنوی اسرار نامہ" ان کو مرحمت فرمائی۔ مولانا ہمیشہ "اسرار نامہ" کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

مولانا روم اپنے دور کے اکابر علماء میں سے تھے فقہ اور مذاہب کے بہت بڑے عالم تھے۔ دیگر علوم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اپنے والد صاحب کے وصال کے بعد مولانا نے اپنا روحانی تعلق سیّد برہان الدّین سے قائم کرلیا تھا۔ چنانچہ مثنوی میں مولانا نے ان کا تذکرہ اپنے پیر ہی کی حیثیت سے کیا ہے۔ مولانا کا یہ وہ دور ہے جسمیں مولانا پر ظاہری علوم ہی کا غلبہ تھا۔ سماع سے احتراز کرتے تھے درس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا اور شمس تبریز۔ شمس تبریز سے ملاقات کے بعد مولانا کی زندگی میں اہم تبدیلی واقع ہوئی۔ اس اہم واقع کی روداد کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مولانا ایک روز کسی حوض کے کنارے کتاب پڑھ رہے تھے۔ وہاں شمس تبریز آگئے اور مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کتابیں کیسی ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ تمہیں ان کتابوں سے کیا غرض؟

اس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں حوض کے پانی میں پھینک دیں۔ مولانا کو سخت رنج ہوا اور فرمایا کہ میاں درویش تم نے ایسی چیزیں ضائع کردیں جن میں نادر نکتے تھے۔ اور اب ان کا ملنا محال ہے۔ اس پر شمس نے وہ کتابیں خشک حالت میں حوض سے نکال کر مولانا کے سامنے رکھدیں۔ مولانا حیران ہوئے تو شمس تبریز نے کہا یہ حال کی باتیں ہیں تم صاحب قال ان کو کیا جانو! اسکے بعد مولانا شمس تبریز کے ارادتمندوں میں داخل ہو گئے۔

دوسری روایت ہے کہ ایک روز مولانا اپنے شاگردوں کے حلقہ میں بیٹھے تھے سامنے کتابوں کے ڈھیر تھے کہ اچانک شمس تبریز آپہنچے اور کتابوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے مولانا سے دریافت کیا یہ کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔ مولانا کا یہ فرمانا تھا کہ اچانک کتابوں میں آگ لگ گئی مولانا نے شمس تبریز سے کہا یہ کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔ اور یہ کہکر مجلس سے روانہ ہوگئے اس واقعہ سے مولانا کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ تمام گھر بار، شان وشوکت کو خیرباد کہا اور صحرانوردی شروع کردی ملک کے گوشوں میں شمس تبریز کو تلاش کرتے پھرے لیکن انکا کہیں پتہ نہ چلا۔ مولانا کے مرید چونکہ مولانا کی اس کیفیت سے سخت پریشان تھے۔ کہتے ہیں کہ مولانا کے کسی مرید نے شمس تبریز کو مار ڈالا۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ شمس تبریز کو انکے پیر بابا کمال الدین جندی نے یہ کہکر مولانا کے پاس بھیجا تھا۔ کہ روم جاؤ وہاں ایک سوختہ دل ہے اس کو گرما آؤ۔ شمس تبریز قونیہ پہنچے شکر فروشوں کی سرائے میں مقیم ہوئے اور ایک دن جبکہ مولانا نہایت تزک واحتشام سے ایک راستہ سے گذر رہے تھے۔ شمس تبریز نے مولانا سے سرِراہ دریافت کیا کہ مجاہدہ اور ریاضت کا کیا مقصد ہے۔ مولانا نے فرمایا اتباع شریعت شمس تبریز نے کہا یہ تو سب ہی جانتے ہیں لیکن اصل مقصد علم ومجاہدہ کا یہ ہے کہ وہ انسان کو منزل تک پہونچا دے اور پھر حکیم سنائی کا یہ شعر پڑھا ؎

علم کز تو ترا نہ بستاند
جہل زاں علم بہ بود بسیار

جو علم تجھے تجھ سے نہ لے لے اس علم سے جہل بہت بہتر ہے۔ ان جملوں سے مولانا اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً شمس تبریز کے ہاتھ پر بیعت کر گئے۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ ایک حلوہ فروش مولانا کی درسگاہ میں آیا مولانا نے بھی اُس سے حلوہ کی ایک تاش خرید کر کھائی۔ جس سے مولانا کے احوال یکسر بدل گئے بے اختیار اٹھے اور گھر بار چھوڑ کر نکل گئے عرصہ تک گم رہے واپس آئے تو بالکل خاموش تھے جذبہ میں کسی وقت بولتے تو زبان پر اشعار جاری ہو جاتے۔ یہی اشعار ہیں جو بصورت مثنوی آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔

ارشادات حضرت رومیؒ:۔ فرماتے ہیں کہ میں وہ جسم نہیں ہوں جو عاشقوں کی نگاہوں میں منظور ہو بلکہ میں وہ ذوق اور خوشی ہوں جو مریدوں کے باطن میں میرے کلام سے نمایاں ہوتا ہے۔ مرید جو اُس سانس کو پائے اور اس ذوق سے لطف اندوز ہو تو اسکو غنیمت شمار کرے اور شکر کرے کہ میں وہی ذوق ہوں (جس کو اس نے پایا ہے)

حضرت مولوی رومیؒ کی خدمت میں کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ "میں دل و جان سے خدمت میں مشغول ہوں" آپ نے فرمایا کہ خاموش رہو کہ لوگوں سے یہ بات کہنا جھوٹ کے مشابہ ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں انہوں نے ایسا دل اور ایسی جہاں کہاں سے پائی کہ وہ مردانِ خدا کی خدمت میں

رہیں" یہ ارشاد فرما کر چلپسی حسام الدین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ اللہ! اولیائے الٰہی کے ساتھ زانو بہ زانو ہو کر بیٹھنا چاہئے۔ کیوں کہ اس قُرب میں بڑے آثار ہیں ؎

یک لحظہ از و دوری نشاید کہ از دوری خرابی بافزاید
بہر حالیکہ باشی پیش اوباش کہ از نزدیک بودن مہر زاید

(یعنی اپنے مرشد یا مرد خدا سے ایک لحظہ کیلئے بھی دور نہیں ہونا چاہئے کہ اس طرح دور رہنے سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تم جس حال میں بھی ہو اسکے سامنے موجود رہو کہ اس قربت سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے)

آپ فرماتے ہیں کہ جو پرندہ زمین سے اوپر اڑتا ہے اگرچہ وہ آسمان تک نہیں پہنچتا مگر اتنا تو ہوتا ہے کہ حال سے بہت دور ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی درویش ہو جائے اور وہ کمال درویشی تک نہ پہنچے مگر اس قدر تو ہوتا ہے۔ کہ مخلوق میں عوام کے گروہ سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ اور دنیا کی زحمتوں اور ضرخشوں سے چھوٹ جاتا ہے اور سبک بار بن جاتا ہے مشہور ہے کہ نجا المخففون وھلک المثقلون! سبک بار نجات پاگئے اور گرانبار ہلاک ہو گئے۔

ایک دنیا دار مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر خواہ ہوا کہ میں خدمت کی بجا آوری سے معذور رہوں (حاضر خدمت نہیں ہو سکتا) مولانا نے

فرمایا کہ عذر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور لوگ جس قدر تمہارے آنے سے ممنون احسان ہوتے ہیں۔ ہم اسی قدر تمہارے نہ آنے سے احسان مند ہیں۔ ایک دن آپ نے ایک دوست کو غمناک دیکھا تو فرمایا کہ یہ ساری دل تنگی اس دنیا سے محبت کے باعث ہے۔ جوانمردی یہ ہے کہ اس جہاں سے آزاد رہے اور خود کو مسافر سمجھے جس رنگ کو دیکھے اور جس مزے کو چکھے سمجھ لے کہ یہ اس کے ساتھ نہیں رہے گا۔ جب ایسا کریگا تو کبھی دل تنگ نہ ہوگا !

فرماتے ہیں کہ آزاد مرد وہ ہے کہ اگر کوئی اس کو تکلیف پہنچائے تو رنجیدہ نہ ہو۔ اور جو شخص اسکا مستحق ہو کہ اس کو تکلیف پہنچائی جائے اس کو تکلیف نہ پہنچائے

مولانا سراج الدین قونیوی جو صاحب صدر اور ایک بزرگ شخص تھے وہ مولانا روم سے ناخوش رہتے تھے۔ سخن چینوں نے ان سے بیان کیا کہ مولانا کہتے ہیں۔ کہ تہتر فرقوں کے ساتھ ایک ہوں (من ہفتاد وسہ مذہب یکے ام) چونکہ مولانا سے پرخاش تھی۔ انہوں نے چاہا کہ اس قول کو حیلہ بنا کر مولانا کو تکلیف پہنچائیں اور سبک سر کریں۔ پس انہوں نے اپنے مقربوں میں سے ایک شخص کو جو صاحب علم وفضل تھا۔ مولانا کے پاس بھیجا کہ سب کے سامنے مولانا سے دریافت کرو کہ تم نے ایسی بات کیوں

کہی ہے کہ "میں تہتر فرقوں کا ایک ہوں"، چنانچہ انہوں نے بہت سے لوگوں کی موجودگی میں مولانا سے دریافت کیا کہ آپ نے ایسا کہا ہے کہ "میں تہتر فرقوں کا ایک ہوں" مولانا نے کہا ہاں میں نے کہا ہے۔ یہ سنکر وہ عالم سب وشتم پر اتر آے اور بیہودگی کا مظاہرہ کیا! مولانا ہنسنے لگے اور فرمایا کہ میں اس کے ساتھ بھی ہوں جو کچھ تم کہہ رہے ہو ایک ہوں" یہ سنکر وہ عالم شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کہتے ہیں کہ مجھے مولانا کی یہ بات بہت ہی پسند آئی۔ ^

مولانا خادم سے ہمیشہ یہ سوال کرتے تھے کہ آج ہمارے گھر میں کھانے پینے کو کچھ ہے؟ اگر وہ جواب میں کہتا کہ "خیر ہے" کچھ موجود نہیں ہے تو خوش ہو جاتے اور شکر کرتے اور کہتے الحمد للہ آج ہمارا گھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے۔ اور اگر وہ جواب میں کہتا کہ آج باورچی خانے میں ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں تو شرمندہ ہوتے اور فرماتے کہ آج اس گھر سے فرعونیت کی بو آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی مجلس میں شمع روشن نہیں کی جاتی تھی۔ شاذ و نادر کبھی روشن کیجاتی، جب روغن و چراغ کے بغیر مجلس ہوتی تو فرماتے تھے

هٰذَا لِلْمُلُوكِ وَهٰذَا لِلصَّعْلُوكِ۔ وہ بادشاہوں کیلئے ہے اور یہ مفلسوں اور فقیروں کیلئے ہے۔

ایک آپ کی مجلس میں شیخ اوحدالدین کرمانی رح کا ذکر ہو رہا تھا ان کے بارے میں کہا گیا۔ کہ وہ مرد شاہباز تھے۔ لیکن پاکباز تھے ان سے ناشائستہ بات کبھی سرزد نہیں ہوئی آپ نے فرمایا کاش وہ امر ناشائستہ کرتے اور گذر جاتے (کاشکے کردے وگذشتے)

اے برادر بے نہایت درگہے است بر ہر آنچہ می رسی برو مایست

اے عزیز وہ ایسی درگاہ ہے جسکے حد و انتہا نہیں ہے بس جس بات پر تو پہنچے اس پر قائم نہ رہ۔

سماع کے بارے میں ارشاد۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز ارشاد ارشاد فرمایا کہ۔ رباب کی آواز بہشت کے دروازے کی آواز ہے۔ جو کھلتے یا بند ہوتے پیدا ہوتی ہے جو ہم سنتے ہیں۔ سماع کے ایک منکر نے کہا کہ ہم بھی وہی آواز سنتے ہیں۔ لیکن ہم اس طرح جوش میں نہیں آتے جس طرح مولانا جوش میں آتے ہیں۔ منکر کا یہ جواب سنکر مولانا نے فرمایا کہ ہم جو کچھ سنتے ہیں وہ وہ اس کے کھلنے کی آواز ہوتی ہے۔ اور وہ (منکر سماع) جو کچھ سنتا ہے وہ اسکے بند ہونے کی آواز ہوتی ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ایک درویش کی خلوت گاہ میں داخل ہوا۔ اور کہا کہ تنہا کیوں بیٹھے ہو۔ درویش نے جواب دیا کہ جو تم آئے ہو تو تم نے مجھے خدا سے روکا ہے اور اب میں تنہا ہوا ہوں (ورنہ پہلے میں تنہا نہ تھا)

ایک دن کچھ حضرات نے مولانا سے درخواست کی کہ نماز میں اقامت

فرمائیں اسوقت شیخ صدر الدین قونیوی رح بھی مجلس میں موجود تھے۔ مولانا نے فرمایا ہم تو ابدال قسم کے لوگ ہیں۔ جہاں جاتے ہیں بیٹھ جاتے ہیں اور پھر وہیں سے اٹھتے ہیں۔ امامت کیلئے صاحب تصوف و تمکین مناسب ہیں۔ پھر شیخ صدر الدین کو امامت کا اشارہ کیا۔ اور انہوں نے امامت فرمائی۔ تب مولانا رح نے فرمایا۔ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ اِمَامَ تَقِیٍّ فَکَاَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِیٍّ۔ یعنی جس نے متقی امام کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔

مولانا ایک روز سماع میں تھے اس وقت ایک درویش کے دل میں یہ خیال گذرا کہ وہ آپ سے سوال کرے کہ فقر کیا ہے؟ مولانا نے سماع کی ہی حالت میں (بجواب میں) یہ رباعی پڑھی ؎

الجوھر فقر و سوی الفقر عرض

فقر ایک جوہر ہے باقی سب عرض۔ الفقر شفاء سوی الفقر مرض

العالم کلہ خداع و غرور۔ فقر ہے گویا شفا باقی سب مرض۔

یہ جہاں ہے کل کا کل مکر و غرور۔ والفقر من العالم سِرٌّ وَغَرَضٌ

فقر میں ہے راز عالم اور غرض۔

درویش سے گناہوں کا صدور۔ آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ کیا درویش سے گناہ سرزد ہوتا ہے؟ فرمایا نہیں! مگر اسوقت جبکہ وہ بغیر بھوک کے

کھانا کھائے اسلئے کہ بغیر بھوک کے کھانا۔ کھانا درویش کیلئے عظیم گناہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صحبت و ہم نشینی بہت پیاری چیز ہے۔ لیکن۔ لاتصاحبوا غیر ابناء الجنس (ناجنسوں کے ساتھ ہم نشینی اختیار نہ کرو)

فرمایا کہ اس سلسلہ میں میرے خداوند شمس تبریزی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "مرید مقبول کی علامت یہ ہے کہ۔ ہرگز بیگانہ لوگوں کی صحبت میں نہ جائے اگر اتفاقاً کبھی صحبت بیگانہ میں جا پھنسے تو اس طرح بیٹھے جس طرح منافق مسجد میں بیٹھتا ہے۔ بچہ مکتب میں اور قیدی قیدخانہ میں"

آپ نے اپنے مرض اخیر (مرض مرگ) میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے فوت ہونے سے غمگین نہ ہونا۔ کہ منصورؒ کی روح نے ڈیڑھ سو برس کے بعد شیخ فریدالدین عطارؒ کی روح پر تجلّی فرمائی۔ اور انکے مرشد بنی بس تم جس حالت میں بھی رہو میرے ساتھ رہنا اور مجھے یاد کرنا تاکہ میں تمہارا۔ ممد و معاون بنوں خواہ میں کسی لباس میں بھی ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ دنیا میں ہمارے دو تعلق ہیں۔ ایک تعلق تو بدن کے ساتھ ہے۔ اور دوسرا تمہارے ساتھ ہے۔ جب حق جل جلالہ کی عنایت سے میں فرد مجرد ہو جاؤں گا اور عالم تفرید و تجرید ظاہر ہوگا۔ تو یہ تعلق بھی تمہاری مِلک ہوگا۔ (آن تعلق نیز از آنِ شما خواہد بود)

عیادت کرنے والے کو آپ کا جواب :۔ آپ کی علالت کے زمانے میں جب شیخ صدر الدین (قدس سرہٗ) آپ کی عیادت کو آئے تو آپ کی مزاج پرسی کے بعد فرمایا شفاک اللہ عاجلاً (اللہ آپ کو جلد شفاء عطا فرمائے) آپ کے درجات بلند ہوں، امید ہے کہ آپ صحت یاب ہو جائیں گے کہ آپ تو جانِ جہاں ہیں" یہ سنکر مولانا نے فرمایا شفاک اللہ تمہارے نصیب میں آئے عاشق و معشوق کے درمیان اب تو شعر کے مطابق ایک پردہ رہ گیا ہے کیا تم نہیں چاہتے کہ نور، نور سے مل جائے اور وہ شعر یہ ہے۔ ؎

من شدم عریاں زتن او از خیال می خرامم در نہایت الوصال

یہ سنکر شیخ صدر الدین مولانا کے اصحاب و مریدین کیساتھ رونے لگے، اسوقت مولانا نے یہ غزل کہی جسکا مصرعہ یہ ہے۔ ع

چہ می دانی کہ در باطن چہ شاہے ہمنشین دارم

مولانا قدس سرہٗ کے وصایا۔ مولانا رحمتہ اللہ نے دم بازپسیں اپنے اصحاب کو یہ وصیت فرمائی۔

"میں تم سب کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ ظاہر و باطن میں خداوند تعالےٰ سے ڈرتے رہو، تھوڑا کھاؤ، کم سویا کرو اور تھوڑی باتیں کرو، گناہوں اور معاصی کو ترک کردو، ہمیشہ روزے رکھا کرو

ہمیشہ قیام شب کیا کرو، ہمیشہ کیلئے خواہشات کو ترک کر دو۔ لوگوں کا ظلم برداشت کرتے رہو، کمینوں اور عام لوگوں کی ہم نشینی ترک کر دو، صالحین اور بزرگوں سے صحبت رکھو۔ اور لوگوں میں بہتر وہ شخص ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے اور پنی تلی بات یعنی وہ کلام جو تھوڑا اور پُر معانی ہو سب کلاموں سے بہتر ہے اور خداوند تعالیٰ ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں"۔

منصب خلافت کیلئے کون موزوں ہے - آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی خلافت کیلئے کون شخص موزوں ہے؟ آپ نے فرمایا۔ چلپی حسام الدین! آپ سے تین بار یہی سوال کیا۔ اور آپ نے جواب میں یہی فرمایا۔ چوتھی بار لوگوں نے (آپ کے فرزند) سلطان ولد کے بارے میں دریافت کیا کہ ان کے بارے میں کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ پہلوان ہے اس کیلئے وصیت کی حاجت نہیں۔ چلپی حسام الدین نے دریافت کیا کہ آپ کے جنازے کی نماز کون پڑھائے گا۔ آپ نے فرمایا شیخ صدر الدین (قونیویؒ)

اسی عالم میں آپ نے فرمایا کہ دوست مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور مولانا شمس الدین (تبریزیؒ) اس طرف بلاتے ہیں۔ یا قومنا اجیبوا داعی اللہ (اے ہمارے اصحاب! پکارنے والے کی بات کو قبول کرو)

مزور چلا جاتا ہے۔

آپ کی وفات :- ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ مطابق دسمبر ۱۲۷۳ء غروب آفتاب کے وقت آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولانا قدس سرہٗ کی مرتبت وعظمت کے بارے میں شیخ موید الدین جندی سے سوال کیا گیا آپ بتائیں کہ شیخ صدر الدین، حضرت مولانا قدس سرہٗ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ واللہ باللہ!

ایک دن شیخ صدر الدین اپنے مخصوص احباب جیسے شمس الدین ایکی، شیخ فخر الدین عراقی، شیخ شرف الدین موصلی اور شیخ سعید فرغانی (قدس اللہ ارواحہم) وغیرہم تشریف فرما تھے۔

اثنائے گفتگو میں مولاناؒ کے عادات وخصائل کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تب شیخ نے فرمایا۔

اگر شیخ بایزید بسطامیؒ اس زمانے میں ہوتے تو اس جوان مرد کے غاشیہ بردار ہوتے اور اس کو بڑا احسان سمجھتے! وہ تو فقر محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خوان سالار ہے اور ہم اسکے طفیل مزے لے رہے ہیں۔

تمام مریدین اور حاضرین نے ان سے موافقت کی اور مرحبا کہا اسکے بعد شیخ مویدؒ نے فرمایا کہ میں بھی اس سلطان کے نیاز مندوں

میں سے ہوں اور یہ شعر پڑھا ؎

لَوْ کَانَ فِیْنَا لِلْاُلُوْھِیَّۃِ صُوْرَۃٌ

ھِیَ اَنْتَ لَا اَکْنِیْ وَلَا اَتَرَدَّدُ

یعنی ہم میں اگر الوہیت کیلئے کوئی صورت ہوتی تو وہ تو ہی ہوتا ایسا کہنے میں نہ میں کنایہ کر رہا ہوں اور نہ مجھے تردّد ہے

ڈاکٹر اقبالؒ نے اپنے آپ کو مولانا رومؒ کا شاگرد قرار دیا ہے اور اس پر فخر کا اظہار کیا ہے۔ بلکہ انھوں نے اس بات کا اقبال کیا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ فائدہ دو کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہوا ایک قرآن حکیم اور دوسری مثنوی مولانا رومؒ۔ اور اس طرح مولانا رومی کا ذکر اپنے اشعار میں کیا ہے :۔ ؎

ہم خوگر محسوس ہیں ساحل کے خریدار
اک بحر پُر آشوب و پُر اسرار ہے رومی

تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبال
جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومی

اس عصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی پیغام
کہتے ہیں چراغِ رہِ احرار ہے رومی

(بال جبریل)

نہ اُٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گل ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

اسی کشمکش میں گذریں مری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و ساز رومیؔ، کبھی پیچ و تاب رازیؔ

٭۔۔۔۔۔٭

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

علاج آتش رومیؔ کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں

اسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن
اسی کے فیض سے میرے سبو میں ہے جیحوں!

٭۔۔۔۔۔٭

کھول کے کیا بیاں کروں سر مقام مرگ و عشق
عشق ہے مرگ با شرف، مرگ حیات بے شرف

صحبت پیر رومؔ سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف!

(ضرب کلیم)

غلط نگر ہے تری چشم نیم باز اب تک!
ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک!

ترا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک!
کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک!

گسستہ تار ہے تیری خودی کا ساز ابتک
کہ تو ہے نغمۂ رومیؔ سے بے نیاز ابتک

پیر رومی مرشدِ روشن ضمیر ؛ کاروانِ عشق و مستی را امیر
منزلش برتر ز ماہ و آفتاب ؛ خیمہ را از کہکشاں ساز و طناب
نور قرآن درمیان سینہ اش ؛ جام جم شرمندہ از آئینہ اش
از نے آن نے نواز پاک زاد ؛ باز شورے در نہاد من نہاد

باز برخوانم ز فیض پیر رومؔ ؛ دفتر سربستہ اسرار علوم
جان او از شعلہ ہا سرمایہ دار ؛ من فروغ یک نفس مثل شرار

"جاوید نامہ" میں فرماتے ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو ہدایت دیتے ہیں۔
کہ اگر بدقسمتی سے کسی صاحب دل مرشد کی راہنمائی حاصل نہ ہو سکے تو پیر رومؔ
کی غائبانہ قیادت اختیار کی جائے۔ ے

گر نہ یابی صحبت مرد خبیر ؛ از اب وجد آنچہ من دارم بگیر
پیر رومی را رفیق راہ ساز ؛ تا خدا بخشد ترا سوز و گداز
زانکہ رومی مغز را داند ز پوست ؛ پائے او محکم فتد در کوئے دوست

پیام مشرق میں اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

بوعلی اندر غبار ناقہ گم ؎ دست رومی پردۂ محمل گرفت

مرشد رومی حکیم پاک زاد ؎ سر مرگ و زندگی بر ما کشاد

٭ ــــ ٭

بال جبریل میں اقبال کے اس سوال کا کہ میں نے کافی علوم پڑھے مگر روح کو تسکین حاصل نہ ہوئی رومی جواب دیتے ہیں کہ تم نے گمراہ کن علوم پڑھے ان سے تسکین کیسے ہو سکتی ہے۔ صحیح اسلامی علوم پڑھو تو مقصد حاصل ہوگا۔

دستِ ہر نااہل بیمارت کند ؎ سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

٭ ــــ ٭

زآتش مردانِ حق می سوزمت

نکتہ از پیر رومؒ آموزمت

ارمغان حجاز میں اس طرح مرقوم ہے

چو رومی در حرم دادم آزان من

ازو آموختم اسرار جان من

بدور فتنہ عصر کہن او

بدور فتنہ عصر روان من

٭ ــــ ٭

بکام خود گراں کینہ مے ریز
کہ با جامش نیرزد ملک پرویز
ز اشعار جلال الدین رومی
بدیوار حریم دل بیاویز

ز رومی گیر اسرار فقیری
کہ آن فقر است محسود امیری
حذر زان فقر و درویشی کہ از وے
رسیدی بر مقام سربزیری

از چشم مست رومی وام کردم
سرورے از مقام کبریائی

پیر رومی خاک را اکسیر کرد
از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘